امام مرغینانی کی کتاب ہدایہ کا تعارف

مفتی محمد طارق محمود

معین مفتی جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

ہمارے درس نظامی کے نصاب میں کچھ کتابیں ایسی ہیں جنھیں علمی قابلیت پیدا کرنے میں خاص دخل ہے۔ان میں ہدایہ سرفہرست ہے۔حتی کہ حضرت مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں: میرے خیال میں مولوی وہ ہے جس میں اس قدر استعداد ہو کہ ہدایہ کی چاروں جلدوں میں جو جگہ اس کو بتلائی جائے اس کو حل کر کے سمجھا اور پڑھا سکے۔(البلاغ ۱۹۹۰/۲:، خصوصی اشاعت) تاہم ہدایہ کو بصیرت اور اتقان سے پڑھنے پڑھانے کے لیے کتاب کا مفصل تعارف پہلے معلوم ہونا ضروری ہے۔اس لیے ہدایہ کے مقدمۃ الکتاب کے طور پر یہ مضمون پیش خدمت ہے۔اس کے ذیلی موضوعات کی فہرست یہ ہے :۱: ہدایہ کی نصابی اہمیت۔۲: ہدایہ کے تعارف پر لکھے گئے کچھ رسائل۔۳: حالات مصنف۔۴: عادات مصنف۔۵: کتاب کے نسخے۔۶: شروح وحواشی وتخریجات۔۷: ہدایہ میں حدیث کا حوالہ اور سند کیوں نہیں؟۸: ہدایہ پڑھانے کا طریقہ۔۹: ہدایہ کا امتحان لینے کا طریقہ۔۱۰: ہدایہ اور بدائع الصنائع کا تقابل۔

۱- ہدایہ کی نصابی اہمیت:

حضرت تقی ہدایہ کے بارے میں فرماتے ہیں: اس کتاب کو اگر درس نظامی کا حاصل اور علوم دینیہ کی بنیاد کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔لہذا استاذ کو اسی اہمیت کے ساتھ اسے پڑھانا چاہیے۔کتاب کا مقصد یہ ہے کہ طالب علم کو مسائل کے ساتھ ان کے نقلی اور عقلی دلائل اور فقہاء کے مدارک استنباط سے واقفیت ہو۔(درس نظامی کی کتابیں کیسے پڑھیں اور پڑھائیں؟:ص ۳۸)

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں: غور کیا جائے تو تعلیم کی غرض یہی دو باتیں ہوسکتی ہیں۔یعنی آدمی خود سوچنے لگے اور دوسروں کی سوچی ہوئی باتیں سمجھنے لگے۔اصول فقہ کی کتاب بزدوی، فقہ کی کتاب ہدایہ اور تفسیر کی کتاب کشاف درس میں ان ہی دونوں اغراض کے لیے رکھی گئی تھیں۔ہدایہ کی یہ خوبی نہیں کہ اس میں فقہ کے تمام مسائل آ گئے ہیں اور ان مختصر جلدوں میں فقہ جیسے بحر ذخار کا سمانا مشکل کیا ناممکن ہے۔لیکن دماغ کی جتنی ورزش اس کی عجیب وغریب سہل ممتنع عبارتوں سے ہوجاتی ہے، میں نہیں جانتا کہ اس مقصد کے لیے ہدایہ سے بہتر کتاب مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔اس لیے شاعر کا بیان مبالغہ نہیں کہ ہدایہ کے پڑھنے والے کجراہی اور غلط روی کے شکار نہیں

ہوسکتے۔خود صحیح سوچنے اور دوسرے کے کلام کے صحیح مطلب سمجھنے کا جتنا اچھا سلیقہ یہ کتاب پیدا کرسکتی ہے عام کتابوں میں اس کی نظیر مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔(نظام تعلیم وتربیت:۱/ ۳۱۳، ۳۱۴ بتلخیص)

اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ہدایہ صحیح طرح پڑھنے سے جو تحقیق وتدقیق کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اس کا کوئی متبادل نہیں۔اور دوسرے حضرت نے ہدایہ کی عبارت کو سہلِ ممتنع کہا ہے۔یہ ادب کی ایک اصطلاح ہے۔اس کے معنی ہیں آسان الفاظ میں ایسے لطیف معنی ادا کر دینا جنھیں اس طرح ادا کرنا ناممکن ہو۔اردو میں مومن خاں مومن کا یہ شعر سہل ممتنع کی بہترین مثال ہے:

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا - جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حضرت تھانوی فرماتے ہیں: اکبر حسین صاحب جج اور ناظر حسن صاحب رامپوری وکیل کی قابلیت جو حکام میں بھی مسلم تھی، وہ عربی ہی کی بدولت تھی۔ چنانچہ وکیل صاحب نے خود کہا کہ یہ جو وکالت میں میری نظر ایسی رسا ہے، یہ محض ہدایہ پڑھنے کی برکت ہے۔(ملفوظات حکیم الامت:۱۰/ ۴۷)اور فرمایا: آجکل عربی طلبہ بھی سمجھ کر نہیں پڑھتے۔طوطے کی طرح کتابیں رٹ لیتے ہیں، اس لیے ان میں سمجھ پیدا نہیں ہوتی۔(ملفوظات حکیم الامت:۵/ ۲۲۵)

مولانا گیلانی فرماتے ہیں: بحث وتحقیق سے غور وفکر کا جو ملکہ پڑھنے والوں میں پیدا ہوتا ہے یقین کیجیے کہ صرف معلومات دینے والی کتاب کے پڑھانے سے یہ بات کبھی نہیں حاصل ہوسکتی۔خواہ وہ معلومات جتنی بھی قیمتی اور یقینی ہوں۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ ان معلومات کی صحیح قیمت اور ان کی یقین آفرینیوں کا صحیح اندازہ ان لوگوں کو شاید ہو بھی نہیں سکتا جنھوں نے کسی ذہنی تربیت سے پہلے اس کا مطالعہ شروع کر دیا ہو الا ماشاء اللہ وقلیل ما ہم۔(نظام تعلیم وتربیت:۱/ ۳۱۹)

۲- ہدایہ کے تعارف پر لکھے گئے کچھ رسائل:

۱-۵: خمس رسائل علی کتاب الهداية: یہ پانچ رسائل کا مجموعہ ہے۔اس میں عمادی کا العقد الثمین فی ترجمۃ صاحب الہدایۃ،حمزاوی کا مصباح الدرایۃ فی اصطلاح الہدایۃ،لکھنوی کا عادات الامام المرغینانی اور المسامحات اور مطیعی کا بغیۃ اہل الدرایۃ من ختم کتاب الہدایۃ شامل ہے۔

۶: المدخل الی کتاب الهداية: اس مجموعے میں مذکورہ پانچ رسائل کے علاوہ سندی کا مہذب الہدایۃ اور سلہٹی کا مباحث عن الامام المرغینانی وکتابۃ الہدایۃ شامل ہے۔

۷: ماینبغی به العناية لمن يطالع الهداية: دار العلوم بنوری ٹاؤن سے تخصص فی الفقہ کا مقالہ ہے۔اس

میں ان امور سے بحث کی گئی ہے جو مولانا لکھنوی اور مولانا سنبھلی کے مقدمات ہدایہ میں نہیں ہیں۔ ۸: دکتور سائد بکداش کی ہدایہ پر تحقیق کا مقدمہ۔ ۹: ہدایہ اور صاحب ہدایہ: مولانا عبدالقیوم حقانی۔ ۱۰: آپ ہدایہ کیسے پڑھیں؟: مفتی ابولبابہ شاہ منصور

۳- حالاتِ مصنف:

برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر صدیقی فرغانی مرغینانی رِشدانی نام ہے۔ زمانہ ۵۱۱-۵۹۳ھ ہے۔ فرغانہ ماوراء النہر میں ہے۔ یہ جگہ اس وقت وسطی ایشیا کے ملک ازبکستان میں ہے۔ مرغینان فرغانہ کے مشہور شہروں میں سے ہے اور رشدان مرغینان کی ایک بستی ہے۔ (مقدمہ سائد بکداش: ۱/۱۶) امام مرغینانی کو بعض نے اصحاب الترجیح میں، بعض نے اصحاب التخریج میں اور بعض نے مجتہدین فی المذہب میں شمار کیا ہے۔ مولانا لکھنوی کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ (تقدمۃ البنوری علی نصب الرایۃ: ص ۱۴) تصانیف میں الزیادات، شرح الجامع الکبیر، التجنیس والمزید وغیرہ شامل ہیں۔

ذہبی ان کے حالات میں فرماتے ہیں: **العلامة عالم ماوراء النهر ۔۔۔۔۔ لم تبلغنا من أخباره وكان من أوعية العلم رحمه الله۔** (سیر اعلام النبلاء: ۲۱/۲۳۲) علامہ ماوراء النہر کے عالم ۔۔۔۔۔ ہمیں ان کے حالات (کی تفصیل) معلوم نہیں، (البتہ اتنا ہے کہ) علم کے ظروف میں سے تھے۔ قرشی کہتے ہیں: **أقر له اهل مصر بالفضل والتقدم ۔۔۔ تفقه علی جماعة ۔۔۔ فاق شيوخه وأقرانه وأذعنوا له كلهم ۔۔۔ وتفقه عليه الجم الغفير۔** (الجواہر المضیۃ: ۱/۳۸۳) اہل مصر نے ان کے کمال اور برتری کا اعتراف کیا ہے ۔۔۔ ایک جماعت سے فقہ (کی مہارت لی) ۔۔۔ اپنے اساتذہ اور ہم جماعتوں سے آگے نکل گئے اور ان سب نے ان کی برتری تسلیم کی ہے ۔۔۔ بہت بڑی جماعت نے ان سے فقہ (کی مہارت) لی ہے۔ یہاں امام مرغینانی کے کمال کی چاروں دلیلیں آ گئیں۔ با کمال اساتذہ اور تلامذہ کی کثرت، اساتذہ اور اہل زمانہ کا اعتراف۔

کفوی کہتے ہیں: **كان اماما فقهيا حافظا محدثا مفسرا جامعا للعلوم ضابطا للفنون متقنا محققا نظارا مدققا زاهدا ورعا بارعا متورعا فاضلا ماهرا فائقا ماهرا أصوليا أديبا شاعرا لم تر العيون مثله فی عصره فی العلم والأدب۔** وہ امام فقیہ حافظ محدث مفسر علوم کے جامع فنون کے ماہر متقن محقق مناظر باریک بین زاہد پرہیزگار فائق الاقران فاضل ماہر فائق ماہر اصولی ادیب شاعر تھے آنکھوں نے ان کے زمانے میں علم وادب میں ان جیسا نہیں دیکھا۔ (کتائب اعلام الاخیار: ص ۲۲۰ مخطوط) حضرت کشمیری فرماتے ہیں: **لا يدرك شأو صاحب الهداية فی فقهه ألف فقيه مثل صاحب الدر المختار ۔فا ن صاحب الهداية فقيه**

النفس، علمه علم الصدر، وعلم صاحب الدر المختار علم الصحف والأسفار وان البون بينهما لبعید۔ (تقدمۃ البنوری علی نصب الرایۃ: ص ۱۴) صاحب درمختار جیسے ہزار فقیہ بھی صاحب ہدایہ کے درجے کو نہیں پہنچتے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ فقیہ النفس ہیں اوران کا علم سینے کا علم ہے۔اور صاحب درمختار کا علم کتابی ہے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

۴- عاداتِ مصنف:

۱- ہدایہ شرح ہے۔اس کے متن کا نام بدایۃ المبتدی ہے۔متن میں جامع اور مختصر الفاظ میں اس علم کے مقاصد اور مسائل جمع کیے جاتے ہیں۔متن گویا پورے علم کا خلاصہ اور سمری ہوتا ہے۔متن کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مبتدی طلبہ کے درسی کتاب بن جاتی ہے۔دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس علم کی تفصیل سے پہلے اجمال سامنے آتا ہے۔اجمال کے بعد تفصیل زیادہ آسان اور مؤثر ہوتی ہے۔تیسرا فائدہ یہ ہے کہ متن کے ذریعے مطولات میں مسائل تلاش کرنا آسان ہوجاتا ہے،اور مظان مسئلہ کا صحیح اندازہ ہوجاتا ہے۔یہی وجوہ ہیں کہ متن کے الفاظ بڑے نپے تلے اور جامع ہوتے ہیں۔متن ماہرفن امام کی ذہنی کاوش کا نچوڑ ہوتا ہے۔متن کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب آدمی اس کے ذریعے شروحات وفتاوی میں جزئیات تلاش کر کے فتاوی کے جوابات لکھتا ہے۔اللہ تعالی متن نگاری کرنے والے ائمہ فقہاء کو جزائے خیر دے۔ہمارے لیے مطولات میں پہنچنے کا راستہ بہت آسان کردیا۔متن میں اصل یہی ہے کہ مفتی بہ اور راجح قول پر اکتفا کیا جائے۔مولانا ابوالوفا افغانی نے مختصر الطحاوی کے مقدمہ تحقیق میں فقہ حنفی کے مشہور مختصرات کا ترتیب وار ذکر کیا ہے۔یہ بطور تمہید متون ومختصرات کے منہج اور منزلت کا بیان ہوا۔تاہم مطولات کے بالاستیعاب مطالعے کی ضرورت اپنی جگہ ہے۔حضرت کشمیری فرماتے ہیں: **لایجوز لأحد أن یفتی مالم یطالع البحر أو رد المحتار بأسره أو کتابا مبسوطا آخر من مبسوطات الفقه الحنفی۔نعم صدق من قال: لا تقعن البحر الا سابحا۔** (تراجم ستۃ من فقہاء العالم الاسلامی: ص ۳۹) کسی کے لیے اس وقت تک فتوی دینا جائز نہیں جب تک بحر یا ردالمحتار یا فقہ حنفی کی کسی اور مبسوط کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ بحر میں تیراک ہو کر ہی جانا (یعنی اس سے صحیح طرح استفادہ کرنا سیکھ کر ہی مطالعہ کرنا)۔اس سے معلوم ہوا کہ کم از کم تخصص میں کسی ایک مبسوط کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرایا جانا ضروری ہے، اہم نکات کے ضبط کے ساتھ۔

۲- حضرت کشمیری فرماتے ہیں: **لیس فی أسفار مذاهب الأربعة کتاب بمثابة الهدایة فی تلخیص کلام القوم، وحسن تعبیره الرائق والجمع للمهمات فی تفقه نفس بکلمات کلها درر وغرر۔** (تقدمۃ

البنوری علی نصب الرایۃ: ص ۱۴) مذاہب اربعہ کی کتابوں میں کوئی کتاب ہدایہ جیسی نہیں۔ فقہاء کے کلام کی تلخیص اور حسن تعبیر اور مہمات کو جمع کرنے میں تفقہ نفس کے ساتھ ایسے کلمات میں جو سارے قیمتی موتی ہیں۔ ہدایہ سے پہلے چارصدیوں کا فقہی ذخیرہ موجود تھا۔ امام مرغینانی نے مختصر جملوں میں اس کا نچوڑ نکال دیا۔

اور حضرت کشمیری نے فرمایا: مجھ سے ایک عالم نے پوچھا کہ آپ فتح القدیر جیسی کتاب لکھ سکتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا ہدایہ جیسی؟ تو میں نے کہا چھ سطر بھی نہیں۔ (بینات: ص ۵۵، رجب ۱۴۴۰ھ) اور فرمایا: کسی شیعی نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے پاس ادب کی تین کتابیں ہیں: قرآن کریم، صحیح بخاری، ہدایہ۔ فرماتے تھے کہ شیعی فاضل نے ٹھیک کہا ہے۔ (مصدر سابق)۔ مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں: یہ شیعی فاضل شاید امام محمد کی موطأ اور جامع صغیر سے واقف نہ تھا ورنہ یوں کہتا: کتاب اللہ کے بعد فصیح ترین کتاب امام محمد کی موطأ، پھر صحیح بخاری، پھر امام محمد کی جامع صغیر، پھر ہدایہ ہے۔ (ابوحنیفۃ واصحابہ المحدثون: ص ۲۱۲) باغ و بہار کے بیان میں فصاحت و بلاغت تو سب لاتے ہیں، مگر قانون جیسے سنگلاخ مضمون کے بیان میں ادبی چاشنی لانا بڑے کمال کی بات ہے۔

۳- ہدایہ کے شارح شریف جلال الدین فرماتے ہیں: **ثم انه وان كان شرحا للبداية كاشفا لمشكلاته موضحا لمعضلاته الا أن فيه غوامض أسرار محتجبة وراء الأستار لا يكشف عنها من نحارير العلماء الا من أوتى كمال التيقظ فى التحقيق۔** (مقدمہ سائد بکداش: ۱/۳۸) پھر ہدایہ اگرچہ بدایہ کی شرح ہے جو اس کی مشکلات کو کھولتی ہے، اور اس کی پیچیدگیوں کو دور کرتی ہے (اس حیثیت سے اسے آسان ہونا چاہیے تھا، کیونکہ خود شرح ہے)، لیکن اس میں پردوں کے پیچھے چھپے ہوئے ایسے گہرے راز ہیں کہ جنھیں علمائے محققین میں سے بھی وہی کھول سکتے ہیں جو تحقیق میں انتہائی چوکس ہوں۔ ہدایہ کے شارح قوام الدین کاکی فرماتے ہیں: **كتاب جامع لكل ما أمكن جمعه فى هذا الفن من فنون الدراية وعيون الرواية بحيث لا يعرف الا بعد تجريد فكر وتدقيق نظر۔ وقد شرحه الشارحون واشتغل بتدريسه المشائخ المحققون۔** (مصدر سابق) ہدایہ ایسی جامع کتاب ہے جس میں وہ ساری چیزیں جمع ہیں جو اس فن میں آسکتی ہیں یعنی قوی دلائل اور راجح اقوال، اس طرح کہ فکر کو خالی کرنے اور نظر کو گہرا کرنے سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔ شارحین نے اس کی شرح لکھی ہے اور مشائخ محققین اس کی تدریس میں مشغول ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایہ شرح ہونے کے باوجود بہت دقیق اور غامض ہے۔

۴- ہدایہ میں عقلی دلیل بیان کرنے کا اہتمام سمعی دلیل سے نسبتاً زیادہ ہے۔ چنانچہ بسا اوقات دلیل سمعی کو بیان نہیں کرتے اور بعض دفعہ دلیل عقلی کو پہلے بیان کرتے ہیں۔ اس سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ دلیل عقلی رتبتاً دلیل

سمعی سے مقدم ہوگئی معاذ اللہ۔ بلکہ یہ انداز بعض عوارض کی بنا پر ہے۔مولانا محمد عبد الرشید نعمانی فرماتے ہیں: **قد علم من عادته (أي عادة صاحب الهداية) أنه صنف كتابه هذا لاير اد الدلائل العقلية دون النقلية، فلذا يكتفي بايرادها كثيرا و معه أحاديث مثبتة لمدعاه۔** (تعلیق ذب ذباب الدراسات: ۱/ ۵۷) صاحب ہدایہ کی عادت معلوم ہے کہ انھوں نے یہ کتاب دلائل عقلیہ کے لیے لکھی ہے، نہ کہ دلائل نقلیہ کے لیے، یہی وجہ ہے کہ وہ بسا اوقات صرف دلائل عقلیہ پر اکتفا کرتے ہیں حالانکہ اس مسئلے میں احادیث بھی ہوتی ہیں۔ دکتور سائد بکداش کہتے ہیں: **و من منهج المرغيناني في الاستدلال في الهداية أنه في مسائل كثيرة يترك الاستدلال للمسئلة بماور د في السنة المرفوعة و آثار الصحابة مع وجود ذلك، ويقتصر على الدليل العقلي فقط۔** (مقدمہ تحقیق الہدایۃ: ۱/ ۸۳) مرغینانی کا ہدایہ میں ایک منہج استدلال یہ بھی ہے کہ وہ بہت سے مسائل میں سنت مرفوعہ اور آثار صحابہ کے ہوتے ہوئے بھی انھیں دلیل کے طور پر ذکر نہیں کرتے، بلکہ صرف دلیل عقلی پر کفایت کرتے ہیں۔

باب الصلاۃ فی الکعبۃ کے آخری مسئلے میں دلیل عقلی پہلی ذکر ہے اور دلیل سمعی بعد میں۔اس پر محشی مفتی ابولبابہ کہتے ہیں: **دليل نقلي أخره ليكون اختتام الكتاب و الباب بالصلاة على النبي ﷺ ولأن الدليل العقلي مبني على القاعدة الكلية المستنبطة من النصوص الكثيرة وهي عدم جواز مافيه ترك تعظيم شعائر الله فان تعظيم شعائر الله من تقوى القلوب و الحديث مشتمل على مسئلة جزئية فتقديم ما هو مستنبط من النصوص الكثيرة على نص واحد من الحسن بمكان۔ فاحكم هذا۔فان من لم يفهم هذه النكتة ربما يختلج في قلبه صنيع المصنف في مثل هذه المواضع۔** دلیل نقلی کو مؤخر کیا ہے تاکہ کتاب اور باب کا اختتام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے ہو۔اور اس لیے بھی کہ دلیل عقلی کی بنیاد قاعدہ کلیہ ہے جو بہت سی نصوص سے مستنبط ہے۔اور وہ یہ کہ جس کام میں شعائر اللہ کی تعظیم ترک ہو وہ کام جائز نہیں، کیونکہ شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کے تقوی سے ہے۔اور حدیث ایک مسئلہ جزئیہ پر مشتمل ہے۔تو نصوص کثیرہ سے مستنبط دلیل کو ایک نص پر مقدم کرنے کا حسن ظاہر ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔ کیونکہ جو یہ نکتہ نہیں سمجھتا بسا اوقات اس کے دل میں اس طرح کے مواضع میں مصنف کا انداز باعث خلجان ہوتا ہے۔نیز دیکھیے: احسن التوجیہات: ہدایہ: ۱/ ۶۳، ۶۴ مکتبہ بشری، کراچی ط: ۱۴۴۵ھ

۵- ہدایہ میں دلیل کے سب مقدمات، بسا اوقات مذکور نہیں ہوتے۔اسی طرح دلیل سمعی کی وجہ دلالت علی الحکم بھی بہت دفعہ ذکر نہیں ہوتی۔ گویا پوری دلیل نہیں، بلکہ دلیل کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔اب ان اشارات کو کھولنا

اور سب مقدمات ذکر کر کے پوری تقریر کرنا، یہ اہم کام ہے ہدایہ کے سبق میں! مثلاً باب صلاۃ المسافر میں مسافر کے مقیم کی اقتداء کے مسئلے میں **فیکون اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ أو القراءۃ** پر حاشیے میں بابرتی کا کلام دیکھیے۔

۶ - **ألا تری** کہہ کر توضیح کرتے ہیں۔ اسے دلیل تنویری بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ اس مقام پر آتا ہے جہاں دلیل کا بہت ظاہر ہونا بتانا ہو۔ مثلاً باب الماء میں دباغت کے مسئلے میں فرمایا: **ألا تری أنه ینتفع به حراسة و اصطیادا**۔ اس پر عینی کہتے ہیں: (ألا تری) **كلمة ألا بفتح الهمزة و تخفيف اللام للتنبيه و التوضيح**۔ باب الامامۃ میں مسئلہ محاذات میں فرمایا: **ألا تری أنه یلزمه الترتیب فی المقام**۔ اس پر بابرتی کہتے ہیں: **ألا تری توضیح لقوله لأن الاشتراک لا یثبت دونها**۔

۷ - بعض مسائل استطراداً ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً فصل فی البیر میں بکری کے کنویں میں پیشاب کرنے کے مسئلے کے تحت تداوی بالمحرم کا ذکر استطراداً آیا ہے۔ اس طرح یہ غیر مظان میں مسئلہ ذکر کرنے کی ایک صورت بن جاتی ہے۔

۸ - دعوی کے جز پر دلیل لانے کے بعد کل پر دلیل لاتے ہیں۔ مثلاً باب الماء میں **و مطلق الاسم یطلق علی هذه المیاه** پر سعدی آفندی کہتے ہیں: **الاستدلال علی بعض المدعی ثم الکل طریقة یسلکها المصنف کثیرا**۔

۹ - اختصار کی وجہ سے مصادر منقول عنہا کا پورا حوالہ نہیں دیتے اور بسا اوقات قائل کا نام بھی اسی غرض سے حذف کر دیتے ہیں۔ اس زمانے میں تدین و تبحر علمی کی وجہ سے ایسا کرنا بالکل کافی تھا۔ البتہ ہمارے دور میں ایسا کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

۱۰ - مفتی ابولبابہ صاحب کے مقدمہ تعلیق میں ۴/اصول اور ۱۰/عادات مذکور ہیں۔ اور مکتبہ بشری کے مقدمہ میں ۲۰/عادات مذکور ہیں۔ انھیں پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۵- کتاب کے نسخے

۱: ہدایہ کا بہترین نسخہ وہ ہے جو دکتور سائد بکداش کی تحقیق کے ساتھ ۷ جلدوں میں مطبوع ہے۔ اس میں ۲۰ سے زائد مخطوطات سے تصحیح کی گئی ہے۔ اس کی پی ڈی ایف آن لائن دستیاب ہے۔ ۲: ایک نسخہ عبد السلام عبد الہادی کی تحقیق کے ساتھ ۴ جلدوں میں مطبوع ہے۔ ۳: ہمارے ہاں زیادہ تر مکتبۃ البشری کراچی کا نسخہ رائج ہے۔ اس پر مفتی ابولبابہ صاحب کے مفید حواشی ہیں جن سے حل کتاب میں بہت مدد ملتی ہے۔

۶- شروح وحواشی وتخریجات

ہدایہ پر ہونے والے مختلف نوعیت کے علمی کاموں کی کل تعداد ۱۲۰ سے اوپر ہے۔تاہم طبع شدہ شروح کی تعداد بہت کم ہے۔دس سے کچھ زائد شروح مطبوع ہیں۔ان اعمال علمیہ کی تفصیل مقدمہ سائد بکداش ص ۱۰۱ - ۱۶۳ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ان میں سے کم از کم فتح القدیر،عنایہ،بنایہ،کفایہ،تخریج زیلعی،حاشیہ سعدی،لکھنوی اور سنبھلی کے مطالعے سے چارہ نہیں۔مخرجین ہدایہ میں عبدالقادر قرشی،علاء الدین ماردینی،جمال الدین زیلعی،بدرالدین عینی ،ابن ہمام اور قاسم بن قطلو بغا شامل ہیں۔ان میں سے یہاں تخریج زیلعی سے متعلق کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔یہ **نصب الراية لأحاديث الهداية** کے نام سے مشہور ہے،تاہم بعض اہل علم کی تحقیق کے مطابق اس کا اصلی نام **تخريج أحاديث الهداية** ہے۔اور نصب الرایۃ حافظ ابن حجر کی تلخیص کا نام ہے۔

تخریج زیلعی احادیث احکام کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔حافظ ابن حجر نے بھی اپنی تصانیف میں اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔اس کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ سب مذاہب کے دلائل پورے انصاف اور اعتدال کے ساتھ یکجا کر دیتے ہیں۔اور بسا اوقات مخالفین کے دلائل پر کلام کی گنجائش ہونے کے باوجود بھی کلام نہیں کرتے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ زیلعی حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مشائخ صوفیہ میں سے بھی ہیں جن کے دل رذائل وشہوات سے پاک ہو چکے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان میں ذرا بھی تعصب نہیں۔ابن ہمام اور ابن دقیق عید دونوں بھی ایسے ہی منصف اور معتدل مزاج جامع بین الحدیث والفقہ ہیں،برخلاف حافظ ابن حجر کے۔

قال مولانا أنور شاه الكشميري : الحافظ ما أجاد في تلخيصه كما كان يرجى من براعته في التنقيح والتحرير و علوكعبه في التلخيص ، وغادر كثيرا من النقول التي ما كان يحرى تركها۔ (تقدمۃ البنوری علی نصب الرایۃ:ص۶ - ۸، ۱۲) امام العصر حضرت کشمیری فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر نے زیلعی کی تلخیص عمدہ نہیں کی،جیسے ان کے تنقیح وتحریر کے کمال اور تلخیص کے بلند مرتبے سے امید تھی۔بہت سی قیمتی نقول چھوڑ دیں جو چھوڑنی نہیں چاہییں تھیں!

وقال : وهذا بخلاف الحافظ ابن حجر، فيتطلب دائما مواقع العلل ويتوخى مواضع الوهن من الحنفية۔ ولايأتي في أبحاثه ما يفيد الحنفية۔ ويقول شيئا وهويعلم خلاف ذلک، ولايليق بجلالة قدره ذيل الصنيع۔ وحاشاي أن أغض من قدر الحافظ الذي يستحقه۔ وانما هي حقائق ناصعة ووقائع ثابتة،يجب على الباحث الناقد أن يعرفها۔ عفا الله عنه وبدل سيئاته حسنات۔ (مصدر سابق:ص۸)اور فرماتے ہیں: یہ حافظ ابن حجر کے برخلاف ہے کہ وہ ہمیشہ (حنفیہ کے) عیوب کی تلاش میں رہتے ہیں۔اور ان کی

کمزوریوں کے درپے رہتے ہیں۔اور اپنی ابحاث میں کوئی ایسی بات نہیں لاتے جس سے حنفیہ کو فائدہ پہنچے۔اور جانتے بوجھتے اپنے علم کے خلاف بات کرتے ہیں۔یہ رویہ ان کے بلند رتبے کے لائق نہیں۔اور حاشا میں حافظ ابن حجر کے مرتبے میں کمی کروں جس کے وہ مستحق ہیں۔یہ تو ثابت شدہ حقائق وواقعات ہیں۔باحث ناقد پر انھیں جاننا لازم ہے۔اللہ تعالی انھیں معاف فرمائیں اور ان کی سیئات کو حسنات سے بدل دیں۔آمین

قال الشیخ البنوری: ومن دأبه فی کتبه-ولا سیما فتح الباری-أنه یغادر حدیثا فی بابه یکون مؤیدا للحنفیة مع علمه، ثم یذکره فی غیر مظانه لئلا ینتفع به الحنفیة۔ (مصدر سابق:ص۷) شیخ بنوری فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر کی اپنی کتابوں خصوصا فتح الباری میں عادت ہے کہ وہ حنفیہ کی مؤید حدیث کو جانتے ہوئے بھی اس کے باب میں ذکر نہیں کرتے۔پھر اسے غیر مظان میں ذکر کرتے ہیں،تا کہ اس سے حنفیہ کو فائدہ نہ پہنچے۔(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: ملفوظات محدث کشمیری:ص ۱۲۴، ۱۲۵،الامام ابن ماجۃ وکتابہ السنن:ص ۲۴۴، ۲۴۵،فیض الباری: ۲/۶۷۴، ۴/۱۲۹، ۱۳۰،نفحۃ العنبر :ص ۶۴،۶۵) لہٰذا حافظ ابن حجر کے کلام سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے اس رویے کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

شروح سے متعلق ایک اہم طرز کی وضاحت ضروری ہے۔پہلے مصنفین کی عادت ہے کہ وہ کسی اعتراض اور اس کے جواب کے ضعف وقوت کی طرف مخصوص الفاظ سے اشارہ کرتے ہیں۔چنانچہ بعض افاضل کا قول ہے کہ لفظ **تأمل** سے جواب قوی کی طرف، **فتأمل** سے جواب ضعیف کی طرف اور **فلیتأمل** سے جواب اضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔لفظ **لقائل** سے سوال اقوی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔اس کے جواب میں **أقول** یا **نقول** لاتے ہیں۔**فان قلت** سے سوال قوی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔اس کے جواب میں **قلت** یا **قلنا** لاتے ہیں۔لفظ **فان قیل** سے سوال ضعیف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔اس کے جواب میں **أجیب** یا **یقال** لاتے ہیں۔لفظ **لا یقال** سے سوال اضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔اس کے جواب میں **لأنا نقول** لاتے ہیں۔(کلیات ابی البقاء:ص ۲۸۷، ۲۸۸) شارحین ہدایہ بھی جا بجا یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں لہٰذا ان کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔ابوالبقاء نے اس طرح کی اور اصطلاحات بھی ذکر کی ہیں فلیراجع۔

۷- ہدایہ میں حدیث کا حوالہ اور سند کیوں نہیں؟

حضرت تھانوی فرماتے ہیں: صاحب ہدایہ حدیث کے حافظ تھے۔اس لیے ان کو حدیث کے حوالہ کی ضرورت نہ تھی۔اور اس وقت پتہ کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا تھا کہ حدیث میں آیا ہے۔مگر اس زمانہ میں چونکہ تدین نہیں رہا حوالہ میں صفحہ سطر سب کچھ لکھنا چاہیے تا کہ دوسرا دیکھ سکے۔(ملفوظات حکیم الامت: ۱۴/ ۱۲۳، ۱۲۴) مولانا عثمانی

فرماتے ہیں: ویدل علی کونہ محدثا حافظا للحدیث کثرة ما أودعه فی کتبه لاسیما الهدایة من الأحادیث ۔۔۔۔۔ کل حدیث قال فیه الحافظان غریب لم نجده وجدت الکثیر منه - ولله الحمد - فی کتاب الخراج للامام أبی یوسف، وفی کتاب الآثار له، وفی کتاب الآثار للامام محمد بن الحسن، وفی کتاب الحجج له رحمة الله علیهما۔ (ابوحنیفۃ واصحابہ المحدثون: ص۲۱۱، ۲۱۲) امام مرغینانی کے محدث حافظ حدیث ہونے کی دلیل ان کی کتابوں خصوصاہدایہ میں بکثرت احادیث ہونا ہے۔جن حدیثوں کے بارے میں زیلعی اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ غیر یب ہیں ہمیں نہیں ملیں ،الحمد للہ،ان میں سے بہت سی مجھے مل گئی ہیں ۔امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور کتاب الآ ثار میں اور امام محمد بن حسن کی کتاب الآ ثار اور کتاب الحجج میں رحمۃ اللہ علیہما۔

مولانا نعمانی فرماتے ہیں: شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط ،ملک العلماء کاسانی کی بدائع الصنائع اور شیخ الاسلام مرغینانی کی ہدایہ، کہ ان تینوں کتابوں میں جس قدر احادیث وآ ثار آئے ہیں وہ اصل میں متقدمین ائمہ احناف ہی کی کتابوں سے منقول ہیں جن کو ان حضرات نے اپنے ائمہ کے اعتماد پر اختصار کے پیش نظر بلا ذکر حوالہ وسند درج کر دیا ہے۔چنانچہ حافظ قاسم بن قطلو بغامنیۃ الالمعی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ان المتقدمین من علمائنا رحمهم الله کانوا یملون المسائل الفقهیة وأدلتها من الأحادیث النبویة بأسانیدهم کأبی یوسف فی کتاب الخراج والأمالی ،ومحمد فی کتاب الأصل والسیر ،وکذا الطحاوی والخصاف والرازی والکرخی الا فی المختصرات ۔ثم جاء من اعتمد کتب المتقدمین وأوردوا لأحادیث فی کتب من غیر بیان سند ولامخرج فعکف الناس علی هذه الکتب ۔ہمارے علمائے متقدمین اللہ ان پر رحم فرمائے مسائل فقہیہ اور ان کے دلائل کا احادیث نبویہ سے اپنی اسانید کے ساتھ املاء کراتے تھے ۔جیسا کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج اور امالی میں اور امام محمد نے کتاب الاصل اور کتاب السیر میں اور اسی طرح امام طحاوی،خصاف ،ابوبکر رازی اور کرخی نے اپنی اپنی تصانیف میں کیا ہے ۔البتہ مختصرات کی املاء اس سے مستثنی ہے۔بعد میں وہ حضرات آئے جنھوں نے متقدمین کی کتابوں پر اعتماد کیا اور ان حدیثوں کو بغیر سند اور حوالہ کے اپنی تصانیف میں درج کیا، پھر لوگ انہی تصانیف پر متوجہ ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کو اپنے ائمہ کی کتابوں پر ویسا ہی اعتماد تھا جیسا امام بغوی اور شاہ ولی اللہ کو صحاح ستہ پر تھا۔اور جس طرح امام بغوی نے مصابیح السنۃ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان کتابوں کی روایات کو بلاحوالہ وسند درج کر دیا ہے اسی طرح ان حضرات نے اپنے ائمہ کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے۔بعد کو جب فتنہ تاتار میں اسلامی دنیا کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور بلاد عجم سے لے کر دار الخلافہ بغداد تک

مسلمانوں سے جتنے علمی مراکز تھے ایک ایک کر کے تباہ وبرباد ہو گئے تو متقدمین کی علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہو گیا ۔اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اس فتنہ میں بالکلیہ معدوم ہو گئیں ۔یہی وجہ ہے کہ متاخرین حفاظ حدیث کو جنھوں نے ہدایہ وغیرہ کی احادیث کی تخریج کی ہے متعدد روایات کے بارے میں تصریح کرنا پڑی کہ یہ روایت ان لفظوں میں ہم کو نہ مل سکی ۔کیونکہ ارباب تخریج نے ان روایات کو متقدمین ائمہ حنفیہ کی تصانیف میں تلاش کرنے کے بجائے محدثین مابعد کی ان کتابوں میں تلاش کیا جو ان کے عہد میں متداول تھیں ۔

اس سے بعض لوگوں کو صاحب ہدایہ کے متعلق قلت نظر اور ان حدیثوں کے متعلق ضعف کا شبہ ہونے لگا ۔اور تعجب ہے کہ شیخ عبدالحق دہلوی بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں ۔ چنانچہ ہدایہ اوراس کے مصنف کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں :۔۔۔۔۔ حالانکہ نہ تو صاحب ہدایہ کا شغل حدیث میں کم تھا ،کیونکہ وہ خود بہت بڑے محدث اور حافظ الحدیث تھے اور نہ جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ سب اگلے ائمہ کی کتابوں سے منقول ہیں ۔خود ہم نے متعدد روایات کو دیکھا ہے کہ حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ مخرجین احادیث ہدایہ ان کے بارے میں بہ صراحت لکھتے ہیں کہ وہ ان کو نہ مل سکیں حالانکہ وہ روایات کتاب الآثار اور مبسوط امام محمد وغیرہ میں موجود ہیں ۔اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں ،خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سے ایسی روایتیں موجود ہیں کہ جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے یہی تصریح کی ہے ۔جس کی اصلی وجہ وہی ائمہ متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے ۔ورنہ امام بخاری یا صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے بے اصل روایت کے بیان کا کرنے کا شبہ بھی ظاہر کیا ہو ۔

علامہ محمود بن سلیمان کفوی نے کتائب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار میں صاحب ہدایہ کے متعلق ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ: **کان اماما فقیھا حافظا محدثا مفسرا**۔ اور حافظ قرشی نے الجواہر المضیۃ میں لکھا ہے: **رحل و سمع و لقی المشائخ و جمع لنفسہ مشیخۃ کتبتھا و علقت منھا فوائد**۔ یعنی انھوں طلب حدیث میں رحلت کی ،حدیث کا سماع کیا ،مشائخ سے ملے اور اپنا مشیخہ جمع کیا ۔جس کو میں نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے فوائد کو اخذ کیا ہے ۔مشیخہ وہ کتاب ہے جس میں مؤلف اپنے شیوخ کے حالات اور ان کی مرویات واجازات کو جمع کرتا ہے ۔(امام ابن ماجہ اور علم حدیث :ص۱۹۶ - ۱۹۸ مع حاشیہ) اس بارے میں مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : المدخل الی علوم الحدیث الشریف : ص ۱۳۹ - ۱۴۱، ۱۴۷،فتاوی بینات : ۲/ ۶۴ - ۸۷،اعلاء السنن: ۱۲/ ۱۸۱،تدوین فقہ واصول فقہ :ص ۱۲۷ حاشیہ ،نظام تعلیم وتربیت :۱/ ۱۱۷، ۱۱۸،حادیث احکام اور فقہائے عراق ۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہدایہ کی جو حدیث متداول کتب حدیث میں نہ ملے اسے حنفیہ متقدمین کی کتب میں

تلاش کرنا چاہیے۔ چنانچہ حال ہی میں مولانا یوسف شبیر احمد کی کتاب العناية في تحقيق الأحاديث الغريبة في الهداية شائع ہوئی ہے۔ ۲ جلدوں میں ہے۔اس میں مزید ۸۰ غریب احادیث کی تخریج ہے۔اور یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ کسی فقہی مذہب کے پیروکار کے لیے حدیث کے ثبوت کا مدار دراصل اس کے امام مجتہد کے قبول کرنے اور دلیل لینے پر ہے ۔ دیکھیے : کشف الغمۃ للشعرانی : ۱/ ۳۰، ۳۱،مجموع فتاوی ابن تیمیۃ : ۲۰/ ۲۳۸، ۲۳۹،الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد :ص ۵۵ - ۶۰،تعلیقات الشروط الائمۃ الستۃ للکوثری :ص۱۸ ح ۲، فتح الملہم :۱/ ۱۷۹،المدخل الی علوم الحدیث الشریف :ص۱۹۸- ۲۱۸ مع حاشیہ،قواعد فی علوم الحدیث :ص ۱۱۷

۸- ہدایہ پڑھانے کا طریقہ

حضرت تقی فرماتے ہیں: دلائل کے بیان کے وقت جس قدر ممکن ہو اصول فقہ کے قواعد کا اجراء کرایا جائے۔حل کتاب کے لیے عنایہ اور کفایہ کو بنیاد بنایا جائے ،اور دلائل کی تفصیل کے لیے فتح القدیر اور بنایہ للعینی سے مدد لی جائے۔(درس نظامی کی کتابیں کیسے پڑھیں اور پڑھائیں :ص ۳۹) سبق میں سب مقدمات ترتیب سے ذکر کر کے دلیل کی پوری تقریر کرنی چاہیے۔ظاہریت کی یلغار روکنے کے لیے اس وقت کی اہم ضرورت ہے کہ دلیل سمعی کا خلاصہ ہدایہ کے سبق میں بتایا جائے۔دلیل سمعی معلوم کرنے کے لیے کتب کی ایک فہرست ملاحظہ ہو: المدخل الی علوم الحدیث الشریف :ص ۱۸۱ - ۱۸۸۔ہدایہ سے پہلے اصول فقہ اور اصول حدیث اچھی طرح پڑھ لینا چاہیے تاکہ ہدایہ مین ان کا اجراء ہو سکے۔ان کے ساتھ ایک اور چیز کا اضافہ ہونا چاہیے۔وہ یہ کہ جو باب مکمل ہو اس کے بارے میں طلبہ کو کچھ سؤالات دیے جائیں ،جن کے جوابات کتاب اور اس کی شروح وغیرہ کی مدد سے لکھیں۔تاکہ انھیں اسلامی قانون کو واقعات پر منطبق کرنے کا سلیقہ آئے ۔اس کے بغیر فقہ پڑھنے کا فائدہ پورا نہیں ہوتا۔دیکھیے : التلخیصات العشر :ص ح، ناصح الطلبہ ملحقہ حقوق العلم :ص ۱۰۲، ۱۰۳۔ان امور کی رعایت تبھی ہو سکتی ہے کہ طلبہ قابل ہوں، استاذ باذوق ہو اور ادارے کا تعاون ہو۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں: ہمارے حضرات کا طرز درس نہایت سادہ تھا۔ بہت کتابوں کے حوالے نہ دیتے تھے ۔کتاب حل کرتے تھے اور آگے چلتے تھے ۔(ملفوظات حکیم الامت : ۲۴/ ۲۴۸) اب کتاب حل کرنے کا مطلب دیکھیں۔مولانا محبوب رضوی لکھتے ہیں: دارالعلوم (دیوبند) کا طریق تعلیم یہ ہے کہ پہلے طالب علم کتاب کی عبارت پڑھتا ہے۔استاد کا فرض ہے کہ پڑھی ہوئی عبارت پر فنی حیثیت سے اس جامعیت کے ساتھ تقریر کرے جس میں متعلقہ عبارت کے ہر پہلو اور مسئلہ پر روشنی پڑ جائے۔استاد کی کوشش ہوتی ہے کہ اس بحث میں موضوع سے متعلق تمام ضروری معلومات آ جائیں۔اور اپنی تقریر کو عبارت پر منطبق کر کے طالب علم کو مطمئن کر دے۔طلبہ درس

میں بالکل آزاد ہوتے ہیں اور ان کو اس بات کا مستحق سمجھا جاتا ہے کہ جب تک سبق کو پوری طرح سمجھ نہ لیں اور جتنے اعتراض مسائل زیر درس کے متعلق اس کے ذہن میں آئیں ان کا اطمینان بخش جواب استاد سے سن نہ لیں استاد کو آگے نہ بڑھنے دیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو طالب علم پوری محنت کے ساتھ درس میں شریک ہوتے ہیں اور دوسری طرف استاد بھی پوری محنت اور توجہ کے ساتھ پڑھانے پر اپنے کو مجبور پاتا ہے۔عموماً زیر درس کتابوں کے اسباق میں اساتذہ کی توجہ اس امر پر مرکوز رہتی ہے کہ طلبہ میں کتاب فہمی کی استعداد پیدا ہوجائے اور انھیں مصنف کے منشاء کو سمجھنے کا طریقہ معلوم ہوجائے۔(تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۷۹، ۲۸۰)لہٰذا استاد کی تقریر بس ایسی ہو کہ روح کی شروح ہو!

(حضرت شیخ الہندؒ کی)عادت شریفہ تقریر کتاب میں یہ تھی کہ اکثر نفس مطلب پر اکتفا فرماتے تھے۔جس کا نتیجہ کتاب کا جلدی نکلنا، کتاب سے طالب علم کو کامل مناسبت اور اس سے کامل استعداد ہوجانا تھا۔معمول یہ تھا کہ جب طالب علم عبارت پڑھ چکتا تو لمبی سے لمبی عبارت کا نہایت مختصر اور جامع خلاصہ ایسا بیان فرما دیتے کہ پھر طالب علم کو اس کی تفصیل کو سمجھ لینا آسان سے زیادہ آسان ہوجاتا۔گویا اس تفصیل کا اس اجمال پر منطبق کرنا ہی رہ جاتا اور مطلب سمجھنے میں ذرہ برابر گنجلک نہ رہتی۔یہ بھی من جملہ کمالات خاصہ تھا۔اس کی برکت تھی کہ کتابیں اس طرح جلد جلد ختم ہوتی تھیں جیسے کوئی مشین میں ڈھالتا ہو حتی کہ ہدایہ اخیرین کا ایک معتد بہ حصہ بلا ترجمہ ہی نہایت سہولت سے پڑھنا یاد ہے۔(ذکر محمود مشمولہ میرے اکابر: ص ۱۳۰، ۱۳۱ ملخصا بلفظہ)

حضرت نانوتویؒ نے ایک دفعہ حضرت تھانوی سے ان کے طالبعلمی کے دور میں فرمایا تھا: دیکھو ایک تو پڑھنا ہوتا ہے اور ایک گننا۔محض پڑھنا کافی نہیں، گننے کی ضرورت ہے۔پھر تمثیلاً فرمایا کہ ایک عالم تھے جنھوں نے ہدایہ کو حفظ کرلیا تھا۔ان سے ایک دوسرے عالم نے جو ہدایہ کے حافظ تو نہ تھے لیکن ہدایہ کو خوب سمجھ کر پڑھا تھا، ایک مسئلہ کا ذکر کیا۔حافظ ہدایہ نے پوچھا یہ مسئلہ کس کتاب میں لکھا ہے؟ انھوں نے کہا ہدایہ میں۔انھوں نے کہا ہدایہ تو مجھے حفظ یاد ہے اس میں تو کہیں بھی نہیں۔اس پر غیر حافظ ہدایہ نے کہا یہ مسئلہ ہدایہ ہی کا ہے۔اگر کتاب ہو تو میں اس میں دکھا سکتا ہوں۔چنانچہ کتاب منگائی گئی۔اور انھوں نے اس کے اندر ایک عبارت نکال کر دکھائی جس میں وہ مسئلہ بعینہ تو مذکور نہ تھا لیکن اس سے یہ استنباط قریب مستنبط ہوتا تھا۔جس کی تقریر کے بعد حافظ ہدایہ کو ماننا پڑا کہ واقعی یہ ہدایہ ہی کا مسئلہ ہے۔اور بہت افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ بس جی حقیقت میں ہدایہ کو تمھیں نے پڑھا ہے۔ہم نے گویا پڑھا ہی نہیں!محض حفظ کر لینے سے کیا ہوتا ہے؟ حضرت نانوتوی نے یہ واقعہ بیان کرکے فرمایا: بس یہ فرق ہے پڑھنے اور گننے میں!(اشرف السوانح: ۱/۱۳۸، ۱۳۹)نیز دیکھیے: ملفوظات حکیم الامت: ۱۵/۱۳۵، ۱۳۶

۹- ہدایہ کا امتحان لینے کا طریقہ:

حضرت تھانوی فرماتے ہیں: میری رائے امتحان کے بارہ میں یہ ہے کہ امتحان تقریری ہونا چاہیے۔تقریر میں بہت جلد قلعی کھل جاتی ہے۔اور اگر کسی مصلحت سے تحریری ہو بھی تو اس کی لطیف صورت یہ ہے کہ طالب علم کو کتاب دیدی جائے اور اس کے شروح وحواشی جو مانگے سب دے دیے جائیں اور کہہ دیا جائے کہ فلاں مقام حل کر کے لاؤ مگر کسی سے مدد مت لو۔کیونکہ مقصود تو یہ دیکھنا ہے کہ کتاب جو پڑھی ہے اسے سمجھ بھی گئے؟ یہ دیکھنا نہیں کہ یہ کتاب کا حافظ بھی ہے یا نہیں؟اس میں طلباء کو بھی سہولت اور امتحان کا مقصود بھی حاصل۔اور متعارف طریق میں تو پوری مصیبت ہے۔نیند خراب،تندرستی خراب، جب تک ساری کتاب حفظ نہ ہو امتحان دے ہی نہیں سکتا۔

ان تجارب کی بناء پر میں جس زمانہ میں کانپور تھا امتحان کے متعلق نہایت سہل قواعد وضوابط مقرر کیے تھے۔اس سے اعلی درجہ کی قابلیت حاصل ہوتی ہے۔اب اپنا اختیار نہیں مشورہ ہی کیا تیر چلائے گا؟ چنانچہ مدارس میں جو آج کل امتحان کا طرز ہے کہ ساری کتاب محفوظ ہو تب امتحان دے سکتے ہیں،اس کے متعلق میں نے اہل مدارس کو رائے دی مگر ایک نے بھی نہیں سنی!(ملفوظات حکیم الامت: ۴/ ۲۴۷)اس سے واضح ہوا کہ ہدایہ یاد کرانے کے بجائے اچھی طرح سمجھا کر پڑھا دینا اصل مقصود ہے۔اور امتحان میں بھی زبانی دلائل پوچھنے کی ضرورت نہیں۔پوری عبارت دے کر اس کا حل دریافت کرنا چاہیے۔یہی درست طریقہ ہے۔حضرت تھانوی کی خدمت میں ایک کمزور حافظے کے طالب علم نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو آپ نے اسے جواب میں لکھا: آپ یاد رہنے کی فکر میں نہ لگیں۔تجربہ کی بات ہے کہ اگر مطالعہ اپنے حد امکان کے موافق غور کر کے دیکھ لے اور استاد کے سامنے سمجھ کر پڑھ لے بس کافی ہے ،گو یاد نہ رہے ۔احتیاج کے وقت سب مستحضر ہوجائے گا۔آپ اس دستور العمل کو پیش نظر رکھ کر مطمئن رہیے۔(ملفوظات حکیم الامت: ۱۳/ ۱۶۴)اس میں طلباء کے لیے بڑی تسلی ہے بشرطیکہ اپنی طاقت کے مطابق محنت تو کریں!اور فرمایا: مطالعے کی برکت سے استعداد اور فہم پیدا ہوتا ہے۔اس کی ایسی مثال ہے جیسے کپڑا رنگنے کے لیے اول اس کو دھولیا جاتا ہے، پھر رنگ کے مٹکے میں ڈالا جاتا ہے اور اگر پہلے دھویا نہ جائے تو کپڑے پر داغ پڑ جاتے ہیں۔اسی طرح اگر مطالعہ نہ دیکھا جائے تو مضمون اچھی طرح کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔اور اس سے معلم کو تکلیف ہوتی ہے ۔یہ بھی ایذا میں داخل ہے اور اس سے احتراز واجب ہے ۔(ملفوظات حکیم الامت: ۱۳/ ۵۹، ۶۰) پھر سبق غور سے پڑھنا اور بغیر سمجھے آگے نہ بڑھنا اور پھر ایک دفعہ اپنی زبان سے اکیلے یا جماعت کے ساتھ کہہ لینا۔اچھی قابلیت کے لیے اتنی محنت کافی ہے۔(دیکھیے: خطبات حکیم الامت: ۲۵/ ۵۱)اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ علم دین کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے۔حقیقت دین کی صحیح سمجھ ہے۔اور یہ بغیر تقوی کے حاصل نہیں

ہوتی ۔(دیکھیے: خطبات حکیم الامت: ۲۵/ ۳۹۴، ۳۹۵، ۲/ ۱۹۸-۲۰۰)

بینی اندر خود علوم انبیاء - بے کتاب و بے معید و اوستا

اپنے اندر انبیاء کے علوم دیکھو گے - بغیر کتاب اور معاون اور استاد کے

یہ حالت تقوی کا ثمرہ ہے اور تقوی اہل تقوی کی صحبت اور تربیت کے بغیر نہیں آتا۔

۱۰- ہدایہ اور بدائع الصنائع کا تقابل:

امام مرغینانی (م ۵۹۳ھ) کے ہم عصر امام کاسانی (م ۵۸۷ھ) ہیں۔ بدائع الصنائع ان کی مشہور ومعروف کتاب ہے۔ ہدایہ اور بدائع دونوں فقہ حنفی کی بنیادی اور مستند کتابیں ہیں۔ ہدایہ کی اہمیت اور فضیلت اوپر معلوم ہوئی ۔ بدائع کے بارے میں حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں: جزئیات تو زیادہ شامی میں ہیں، مگر اصول اور فقہ کی لم زیادہ بدائع میں، کہ اس سے مناسبت ہوجائے تو فقہ میں طبیعت چلنے لگے۔ (تذکرۃ الخلیل: ص ۲۹۴) اور فرمایا: واقعی یہ شخص (کاسانی) فقیہ تھا اور اللہ تعالی نے اس کو فقہ ہی کے واسطے پیدا فرمایا تھا۔ (مصدر سابق)۔ اور فرمایا: مفتیوں کی عادت یہ ہے کہ صرف استفتاء آنے کے وقت کتابیں دیکھتے ہیں۔ اس سے کام نہیں چلتا۔ اور جواب میں بہت غلطی ہوجاتی ہے، کیونکہ اس وقت جلدی میں ایک جگہ کو دیکھکر جواب لکھ دیتے ہیں، حالانکہ دوسرے مقام میں اس مسئلہ کے اندر تفصیل معلوم ہوتی ہے جس سے اس واقعہ مسئولہ کا حکم بدل جاتا ہے۔ پس فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے شامی اور بدائع کو بالاستیعاب دیکھنا چاہیے۔ ہمارے حضرت گنگوہی نے شامی کو کئی بار بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا ہے۔ (مصدر سابق) حضرت کشمیری بدائع کے بارے میں فرماتے ہیں: **كتاب بديع ان طالعه عالم بالغور والامعان لصار فقيه النفس، وهو أنفع للمدرسين والمؤلفين منه للمفتين**۔ (تراجم ستۃ من فقہاء العالم الاسلامی: ص ۳۹) بدائع بے مثال کتاب ہے، اگر کوئی عالم اسے غور وامعان سے مطالعہ کرے تو فقیہ النفس بن جائے۔ یہ مدرسین اور مؤلفین کے لیے مفتیوں سے زیادہ مفید ہے۔

بدائع کی عبارت ہدایہ کی نسبت سہل اور واضح ہے۔ اس میں مسائل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے بدائع مطالعہ کے لیے بہت مفید ہے۔ ہدایہ کے مسائل کی تشریح کے لیے اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ لیکن درسی کتاب بننے کے لائق ہدایہ ہی ہے، کیونکہ ذہن کی تربیت اسی سے ہوتی ہے۔ نیز بدائع تو مطالعے سے حل ہوجاتی ہے ۔ مفتی عبدالشکور ترمذی فرماتے ہیں: جو شخص محنت سے سمجھ کر ہدایہ کی چاروں جلدیں پڑھ لے اس کو فقہ سے خوب مناسبت بلکہ مہارت پیدا ہوجاتی ہے۔ (حیات ترمذی: ص ۱۲۷)

هذا ورحم الله الفقهاء والعلماء أجمعين آمين۔

حضرات اساتذہ کرام زید مجدہم

(مدرسین ہدایہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ " وفاق المدارس " کے ماہ رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ کے شمارہ میں شائع شدہ ایک مضمون بعنوان " امام مرغینانی کی کتاب ہدایہ کا تعارف " آپ حضرات کے مطالعہ کے لئے مرسل ہے۔

وصول فرما کر دستخط ثبت فرما دیں۔

فجزاکم اللہ تعالیٰ

[signature]

۱۹/۱/۲ ۱۴۴۶

عمید الدراسات

جامعہ دار العلوم کراچی